وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرآن سے ثبوت

تالیف: ترجمان اہلسنت، وکیل صحابہؓ، رہبر شریعت
حضرت مولانا الحاج قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ

خدام اہل سنت

عقیدہ حیات النبی زندہ باد — یا اللہ مدد — مذہب اہلسنت والجماعت زندہ باد

خلافت راشدہ — حق چار یار رض

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن سے ثبوت

از

ترجمان اہلسنت، وکیل صحابہؓ، زبدۂ شریعت حضرت مولانا الحاج قاضی

مظہر حسین

صاحب دامت برکاتہم العالیہ خلیفہ مجاز حضرت سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

منجانب

شعبہ نشر و اشاعت: انجمن تحفظ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجر نولی

تحصیل و ضلع میانوالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

امام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: یکم اکتوبر ۱۹۱۴ء......وفات: ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء

حضرت قاضی صاحب بھیں ضلع چکوال کے رہنے والے تھے۔ چکوال شہر میں مدنی مسجد و مدرسہ اظہار الاسلام آپ کی یادگار ہیں۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور اپنے استاذ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی سے مجاز بیعت تھے۔ آپ ایک متحرک عالم دین تھے۔ عمر بھر دینی تحریکوں میں سرگرم عمل رہے۔ مجلس احرار، جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے گرانقدر خدمات انجام دیں۔

اس کے بعد خدام اہل سنت کی بنیاد رکھی اور پھر اس کی آبیاری میں عمر کھپادی۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ تحریکی شخصیت ہونے کے باعث عمر بھر کسی نہ کسی طرح کسی بھی دینی خدمت سے سرشار رہے۔ فارغ رہنے کا ان کی لغت عمل میں نام نہ تھا۔

''عقیدہ حیات النبی ﷺ کا قرآن سے ثبوت'' کے نام پر ان کے کسی مضمون کو ان کے ہرلولی کے منتسبین نے پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا جو اس مجموعہ میں شریک اشاعت ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ سیدنا محمد المصطفیٰ خاتم النبیین

وعلیٰ خلفاء الراشدین وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین، امابعد!

منکرین حیات چونکہ اصرار کرتے ہیں کہ قرآن سے ثبوت پیش کیا جائے اور وہ خود اس بات کے بھی مدعی ہیں کہ اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ حیات النبی ﷺ قرآن کے خلاف ہے، اس لئے بندہ مختصر قرآن مجید سے اس کا ثبوت پیش کرتا ہے:

۱...... حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات، بل احیاء ولکن لاتشعرون (البقرۃ: ۱۵۴)'' ترجمہ: (شاہ عبدالقادر مفسر دہلوی ؒ)''اور نہ کہو جو کوئی مارا جائے اللہ کی راہ میں کہ مردے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔''

ترجمہ: (شاہ رفیع الدین دہلوی ؒ)''اور مت کہو واسطے ان لوگوں کے کہ مارے جاتے ہیں بیچ راہ اللہ کے کہ مردے نہیں بلکہ زندہ ہیں اور لیکن نہیں تم سمجھتے۔''

۲...... ''ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا، بل احیاء عند ربھم یرزقون، فرحین بما اتٰھم اللہ من فضلہ (ال عمران: ۱۶۹)'' ترجمہ: (مولانا اشرف علی تھانوی ؒ)''اور (اے مخاطب) جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں ان کو مردہ مت خیال کر، بلکہ وہ تو زندہ ہیں اپنے پروردگار کے تقرب میں، ان کو رزق بھی ملتا ہے وہ خوش ہیں، اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطاء فرمائی۔''

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے شہداء کو مردہ کہنے سے منع فرمایا ہے اور دوسری آیت میں ان کو مردہ سمجھنے سے بھی منع کردیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ گو وہ قتل بھی ہوئے اور ان پر موت بھی واقع ہوئی ہے لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو حیات عطاء فرمادی ہے، اس لئے اب ان کو مردہ کہنا اور سمجھنا خلاف حقیقت اور خلاف قرآن ہوگا۔

ایک شبہ کا ازالہ

منکرین حیات اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ شہیدوں کے اجسام اگر کہیں نظر آتے ہیں تو ان میں کوئی زندگی محسوس نہیں ہوتی۔ اس لئے قرآن میں جو بل احیاء فرمایا ہے، اس سے مراد ان کی ارواح کی حیات ہے نہ کہ ان کے اجسام کی؟

ان کا یہ جواب بالکل غلط ہے۔ کیونکہ ارواح تو کفار کی بھی زندہ ہیں۔ شہداء کی اس میں کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اس لئے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حیات کا تعلق ان کے اجسام عنصریہ سے ہی ہے اور آیت کے الفاظ سے یہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ من یقتل یعنی جس کو قتل کیا گیا ہے وہ جسم ہے نہ کہ روح اور قتل کئے گئے جسم کو ہی بل احیاء میں زندہ قرار دیا گیا ہے۔ لیکن موت وقتل کے بعد عالم برزخ میں منتقل ہونے کی وجہ سے چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حیات پر پردہ ڈال دیا ہے اور وہ حیات ہم کو اس دنیا کے حواس ظاہرہ سے محسوس نہیں ہوتی، اس لئے ولکن لا تشعرون فرمایا کہ ان کے ابدان میں حیات تو ہے لیکن تم اس کا شعور نہیں رکھتے۔ لیکن ہمیں اس کا شعور نہ ہونے سے

یہ تو لازم نہیں آتا کہ ان کے ابدان میں کوئی حیات نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ کی بناء پر ہمارا ایمان تو یہی ہونا چاہئے کہ من یقتل یعنی جو اجسام قتل کئے گئے ہیں، ان میں حیات ہے خواہ ہمیں اس کا احساس ہو یا نہ ہو۔

عالم برزخ کا تعلق عالم غیب سے ہے اور عالم غیب کی باتوں کو حسب ارشاد خداوندی یؤمنون بالغیب بغیر دیکھنے کے ہی مانا جاتا ہے۔ بہر حال قرآنی آیات سے بطور عبارت النص عالم برزخ وقبر میں شہداء کی جسمانی حیات ثابت ہوتی ہے اور چونکہ انبیائے کرام علیہم السلام شہدائے امت سے افضل ہیں اور ہمارے رسول کریم رحمت للعالمین ﷺ کی امت کے شہداء کو یہ نعمت شہادت خصوصی طور پر حضور ﷺ کی محبت واطاعت سے ہی نصیب ہوتی ہے، اس لئے اسی آیت سے بطریق اولیٰ انبیائے کرام علیہم السلام کی عالم برزخ وقبر میں حیات جسمانی بطور دلالۃ النص کے ثابت ہو جاتی ہے اور اسی بناء پر علماء حق کا اس عقیدہ پر اجماع ہو گیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبور مبارکہ میں ارواح مطہرہ کے تعلق سے زندہ ہیں اور بہ نسبت شہداء کے ان کی یہ حیات زیادہ قوی ہے۔ حتیٰ کہ وہ اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ چنانچہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ: ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' (انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں) لیکن ان کی یہ حیات اور نماز کا تعلق چونکہ عالم برزخ سے ہے، اس لئے حسب ارشاد خداوندی ہم ان ظاہری حواس سے ان کے احوال کو محسوس نہیں کر سکتے۔

ایک دوسرا مغالطہ اور جواب

منکرین حیات شہداء کی حیات کو محض روحانی ثابت کرنے کے لئے مذکورہ دوسری آیت کے یہ الفاظ پیش کرتے ہیں: ''احیاء عند ربھم یرزقون'' کہ وہ اپنے رب کے ہاں عالم بالا میں زندہ ہیں اور ان کو وہاں ہی روحانی رزق ملتا ہے جس کا ان کے ابدان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے؟

یہ ایک مغالطہ ہے۔ کیونکہ جب من یقتل یعنی اجسام عنصریہ کو احیاء (زندہ) قرار دیا گیا ہے تو رزق کا تعلق ان کے انہیں جسموں سے ہوگا اور عند ربھم کے الفاظ اس رزق جسمانی کی نفی نہیں کرتے۔ جیسا کہ حسب ذیل آیات سے ثابت ہے۔

۱...... حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت مریم علیہا السلام کو حجرہ میں بند کر جاتے تھے۔ پھر جب بھی حجرہ کا دروازہ کھولتے تو وہاں ایسے پھل دیکھتے جو اس موسم میں نہیں ہوتے تھے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''یامریم انیٰ لک ھذا قالت ھو من عنداللہ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب (آل عمران:۳۷)''

ترجمہ: (شاہ عبدالقادر ؒ) اے مریم کہاں سے آیا تجھ کو یہ کہنے لگی یہ اللہ کے پاس سے، اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بے قیاس۔

ترجمہ: (حضرت تھانوی ؒ) جب کبھی زکریا (علیہ السلام) ان کے پاس عمدہ مکان میں تشریف لاتے تو ان کے پاس کچھ کھانے پینے کی چیزیں پاتے اور یوں فرماتے کہ اے مریم یہ چیزیں تمہارے واسطے کہاں سے آئیں؟ وہ کہتیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے استحقاق رزق عطا فرماتے ہیں۔

کیا منکرین حیات یہاں بھی من عنداللہ کے الفاظ کی بناء پر کہیں گے کہ حضرت مریم رزق (پھل) لینے کے لئے اللہ کے پاس عالم بالا میں چلی جاتی تھیں: رزق تو ان کو اس حجرہ میں ہی زمین پر ملتا تھا لیکن یہ رزق چونکہ دنیوی

اسباب کے بغیر اللہ تعالیٰ محض اور محض اپنی قدرت سے عطاء فرما دیتا تھا، اس لئے اس کو من عنداللہ سے تعبیر فرمایا۔

۲...... ارشاد خداوندی ہے: ''وان الذین تعبدون من دون اللہ لا یملکون لکم رزقا فابتغوا عند اللہ الرزق واعبدوہ وشکروا لہ الیہ ترجعون (العنکبوت:۱۷)''

ترجمہ: (حضرت تھانوی رحمہ اللہ) تم خدا کو چھوڑ کر جن کو پوج رہے ہو وہ تم کو کچھ بھی رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ سو تم رزق خدا کے پاس سے تلاش کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو اور تم کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

ترجمہ: (شاہ رفیع الدین دہلوی رحمہ اللہ) بے شک جن کو پوجتے ہو اللہ کے سواء مالک نہیں تمہاری روزی کے سو تم ڈھونڈو۔ اللہ کے ہاں روزی اور اس کی بندگی کرو اور اس کا حق مانو اس کی طرف پھر جاؤ گے۔

مندرجہ بالا آیت میں عنداللہ کے الفاظ میں یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں رزق (روزی) ڈھونڈو، تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ کے بندے مقام علیین میں پہنچ کر اپنا رزق حاصل کریں؟ تو جب ان دونوں آیتوں میں عنداللہ کے الفاظ مذکورہ ہیں، لیکن وہ رزق بندوں کو زمین سے ہی دیا جاتا ہے جس کا تعلق ان کے اجسام عنصریہ سے ہی ہے تو اسی طرح شہداء کرام کے بارے میں جو عند ربھم یرزقون فرمایا ہے تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم اسباب سے بالاتر ان کو جو رزق عطاء فرماتا ہے، اس کا تعلق بھی ان کے اجسام عنصریہ سے ہے جو زمین میں مدفون ہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ وہ بوجہ موت کے عالم شہادت سے منتقل ہو کر عالم برزخ (قبر) میں آرام فرما ہیں۔ اس لئے ان کی حیات اور رزق خداوندی کے آثار و کیفیات کا ہم ان ظاہری آنکھوں سے مشاہدہ نہیں کر سکتے۔

حیات دنیوی حسّی کا مطلب

انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بعد الموت کے لئے جو بعض اکابر نے دنیوی حسّی حیات کے الفاظ استعمال کئے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ موت کے بعد ان کو من کل الوجوہ (ہر حیثیت سے) یہ دنیوی حیات حاصل ہے، بلکہ اس سے مراد عالم برزخ کی وہ حیات ہے جو ان کے اپنے ابدان میں ہے جو اس دنیا میں تھے نہ یہ کہ ان کی حیات کا تعلق محض ان کے مثالی ابدان سے ہے۔ البتہ قبر میں ان کو اس دنیا کی غذا اور دوا کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی جسمانی حیات کا تعلق چونکہ عالم برزخ سے ہے، اس لئے تا قیامت اپنی قبور میں حیات پانے کے باوجود نہ ان کو تھکاوٹ ہوتی ہے نہ ہی کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے۔ وہ دنیوی عوارض سے وہاں محفوظ رہتے ہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبر میں خود اپنی حیات کو محسوس کرتے ہیں اور حاضر ہونے والوں کا سلام سنتے ہیں ان کے سماع میں قبر مبارک کی مٹی اور دیواریں حائل نہیں ہو سکتیں۔ اسی بناء پر حضور ﷺ کا ارشاد صحیح حدیث میں منقول ہے: ''من صلّی علیّ نائیا ابلغتہ من صلّی علیّ عند قبری سمعتہ'' (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: جو شخص مجھ پر دور سے درود پڑھے گا وہ فرشتوں کے ذریعہ مجھ تک پہنچایا جائے گا اور جو میری قبر کے پاس درود پڑھے گا اس کو میں خود سنوں گا۔

اس عقیدہ سماع انبیاء کرام علیہم السلام پر امت کا اجماع ہے اور آج تک کسی قابل اعتماد سنی عالم نے اس کا انکار نہیں کیا۔ اگر آج کے بعض لوگ اس کے منکر نظر آتے ہیں تو ان کی اجماع کے خلاف کوئی حیثیت نہیں۔

احوال نوم (نیند)

عالم برزخ وقبر کے احوال کا ایک نمونہ اس جہاں میں نیند میں بھی موجود ہے۔ خواب میں چونکہ روح کا تعلق عالم برزخ سے ہو جاتا ہے، اس لئے سویا ہوا شخص وہ حالات دیکھتا اور سنتا ہے جو اس کے پاس بیٹھا ہوا نہیں دیکھتا اور خواب بعض سچے بھی ہوتے کہ جیسا خواب میں دیکھا یا سنا تھا، ویسا ہی بیداری میں دیکھ لیا اور اس جہاں کے دریا پہاڑ اس کے مشاہدہ میں حائل نہیں ہو سکتے تو موت کے بعد تو اس سے بھی زیادہ تعلق عالم برزخ سے ہوتا ہے۔ اس کی قبر کی دیواریں وغیرہ اس کے دیکھنے اور سننے میں کیونکر حائل ہو سکتی ہیں؟

ایک شبہ کا ازالہ

حدیث شریف میں آتا ہے کہ: "شہداء کی ارواح کو سبز پرندوں کے جسم میں رکھا جاتا ہے اور وہ جنت میں جہاں چاہیں سیر کرتی ہیں۔" تو یہ ان کی حیات جسمانی کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ان کی روحیں جہاں بھی ہوں ان کا تعلق ان کے ابدان سے رہتا ہے۔ چنانچہ نیند میں بھی روح بدن سے جدا ہوتی ہے، لیکن اس کا تعلق جسم عنصری سے رہتا ہے۔

حیات جسمانی کی قسمیں

۱...... عورت کے پیٹ میں بچہ (جنین) رہتا ہے لیکن وہ اس دنیا کی غذا کا محتاج نہیں ہوتا۔

۲...... وہی بچہ اس دنیا میں آتا ہے تو وہ اس جہان کی غذاؤں کا محتاج ہوتا ہے۔

۳...... اس جہان کی موت کے بعد انسان برزخ وقبر کے عالم میں پہنچتا ہے اور وہاں شہداء اور خصوصاً انبیائے کرام ﷩ کی حیات روح کے تعلق سے جسمانی ہوتی ہے، لیکن اس دنیا کی غذاؤں کے وہ محتاج نہیں ہوتے۔

۴...... انہی اجسام دنیوی کے ساتھ جنت میں اہل جنت جب چاہیں اور جتنا چاہیں جنت کے پھل کھاتے رہیں گے، لیکن ان کو کوئی بیماری لاحق نہیں ہوگی اور نہ ان کو بول وبراز کی حاجت ہوگی۔ حالانکہ اس دنیا میں یہ عوارض ان کو لاحق ہوتے تھے۔

مذکورہ چاروں مقامات میں روح کے تعلق سے جسمانی حیات پائی جاتی ہے، لیکن کیفیات اور آثار جدا جدا ہیں اور یہ سب خالق کائنات کی قدرت کے کرشمے ہیں تو پھر انبیاء اور خصوصاً رحمۃ للعالمین حضرت محمد ﷺ کو اپنے روضہ مقدسہ میں قیامت تک باوجود جسد اطہر کے محفوظ ماننے کے محض بے جان اور مردہ سمجھنا، محض بے عقلی وبے شعوری کا مظاہرہ ہے اور قرآن کا نام لے کر قرآن حکیم ہی کی زیر بحث آیت کریمہ: بل احیاء ولکن لا تشعرون کی نافرمانی ہے۔

"ربنا لا تزغ قلوبنا بعد إذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة إنك أنت الوهاب (ال عمران:۸)"

دارالعلوم دیوبند اور پاکستان کے علماء کا متفقہ فیصلہ

سوال: یہ عقیدہ رکھنا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک علیین میں ہے۔ آپ کا اپنی قبر اور جسد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا آپ کی قبر پر درود وسلام پڑھا جائے تو پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے لیکن آپ سنتے نہیں۔ کیا ایسا عقیدہ صحیح ہے کہ نہیں؟ اور غلط ہونے کی صورت میں بدعت سیئہ ہے یا نہیں؟ اور ایسے عقیدہ والے کی امامت کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا!

جواب: آنحضرت ﷺ اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود و حیات ہیں۔ آپ کے مزار پر پاس کھڑے ہوکر جو سلام عرض کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے، آپ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ ہمارے کان نہیں کہ ہم سنیں۔ آپ اپنے مزار مبارک میں حیات ہیں۔ مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ و روحہ ہے، جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے، وہ بدعتی ہے، خراب عقیدہ والا ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے: ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء''

''وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی من بعید اعلمتہ'' (رواہ ابو الشیخ وسندہ جید القول البدیع ص ۱۱۶)

''عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء (صلوۃ اللہ علیھم) احیاء فی قبورھم یصلون''

(رواہ ابن عدی رحمہ اللہ والبیہقی وغیرھما شفاء السقام ص ۱۳۴)

تین حدیثیں نقل کردی ہیں۔ اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور جو انکار کرتا ہے وہ بدعتی اور خارج از اہل سنت والجماعت ہے۔ غرض پڑھنے والے کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں اور اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود اور حیات ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب! کتبہ السید مہدی حسن مفتی دار العلوم دیوبند

مہر دار العلوم دیوبند...... ۱۳ر جمادی الاولیٰ ۶۷ ۱۳ھ

الجواب الصحیح:...... مفتی جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور...... ۲۱ر شوال ۶۷ ۱۳ھ

اجاب المجیب واجاد:...... محمد ضیاء الحق کان اللہ لہ

الجواب صواب:...... محمد رسول خان عفی اللہ عنہ

الجواب صحیح:...... ابوزاہد محمد سرفراز صفدر عفاء اللہ عنہ گوجرانوالہ

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کا فتویٰ

۱...... بدعتی کے پیچھے نماز درست ہے یا کہ نہیں؟

جواب: بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

۲...... بدعتی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا کہ نہیں؟

جواب: مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ (فتویٰ رشیدیہ ج ۳ ص ۱۱۳)

اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ ہے جبکہ دوسری جگہ متبع سنت امام موجود ہو۔ (فتویٰ رشیدیہ ج ۳ ص ۹۷)

پاکستان کے تمام صحیح العقیدہ اکابر علماء ومشائخ کا متفقہ فیصلہ تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی البرزخ والقبور تالیف لطیف علامہ ابوزاہد محمد سرفراز خان صفدر گوجرانوالہ ص ۱۴۰ طبع دوم ملاحظہ کریں۔

نوٹ: تمام صحیح العقیدہ ائمہ اور خطباء حضرات سے پرزور اپیل ہے کہ وہ عوام الناس تک اس مسئلہ حیات النبی ﷺ کو پہنچائیں اور ان کو سمجھائیں اور اپنا صحیح العقیدہ ہونے اور نبی الکریم ﷺ سے عقیدت ومحبت کا ثبوت دیں۔